HABIBIA ISLAMICUS (The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Bi-Annual) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

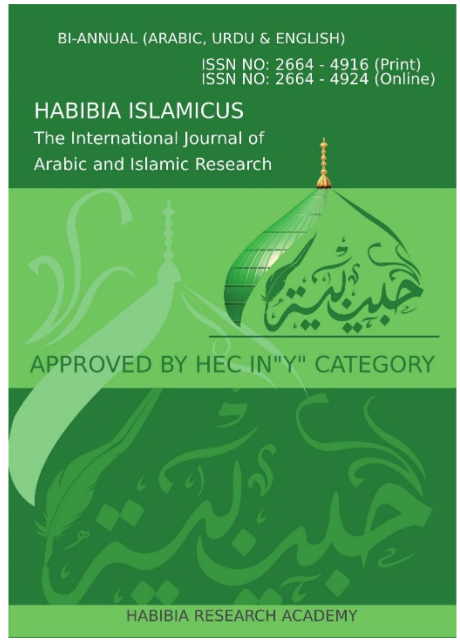

TOPIC:

BASIC PRINCIPLES OF IBN E TAIMIYYA'S METHODOLOGY OF REVIVAL AND REFORMATION

ابنِ تیمیہ کے منہج اصلاح و تجدید کے بنیادی اُصول

AUTHORS:

1. *Dr. Mahmood Ahmad, Asst. Prof. Government College University, Faisalabad. Email: mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk, ORCID ID: https://orcid.org/0000-0001-8308-9597*

HOW TO CITE: *Ahmad, Mahmood, 2021. " BASIC PRINCIPLES OF IBN E TAIMIYYA'S METHODOLOGY OF REVIVAL AND REFORMATION ابن تیمیہ کے منہج اصلاح وتجدیدکے بنیادی أصول". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 5 (1):13-34. https://doi.org/10.47720/hi.2021.0501u002.*
URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/174
Vol. 5, No.1 || January –March 2021 || P. 13-34
Published online: 2021-02-10

QR CODE

BASIC PRINCIPLES OF IBN E TAIMIYYA'S METHODOLOGY OF REVIVAL AND REFORMATION

ابنِ تیمیہ کے منہج اصلاح و تجدید کے بنیادی اُصول

Mahmood Ahmad

ABSTRACT:
Ibn e Taimiyya (661-728/1263-1327) is one of the leading personalities in the history of Islam. He struggled hard to revive Muslim society through a new spirit of ijtihad, based on the Qur'an and the Sunnah. He was known as the mujaddid of his age. There are some basic principles and rules adopted by Ibn e Taimiyya for reformation; one of them "The only one source for Recipe and sure knowledge is Divine revelation" discussed in detail in this article which is soughed out from his glorious books. This article should guide the researchers and preachers to understand the method of reformation of religion, with the help of Ibn e Taimiyya's methodology. There are some basic principles and rules adopted by Ibn e Taimiyya for reformation; five of them discussed in detail in this article, which is soughed out from his glorious books. This article should guide the researchers and preachers to understand the method of reformation of religion, with the help of Ibn e Taimiyya's methodology.

KEYWORDS: *Renewal, Revival, Reformation, Ibn e Taimiyya's methodology, Thoughts of Ibn e Taimiyya*

احمد بن عبدالحلیم رحمہ اللہ (۶۶۱ھ ۔۷۲۸ھ / ۱۲۶۳ء۔۱۳۲۷ء)، جن کو ابنِ تیمیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک عظیم مجدّد تھے، اُن میں مجدّد کی صفات موجود تھیں، اُنہوں نے اپنے کارناموں اور کارِ اصلاح و تجدید کی بناء پر مصلح و مجدّد کا لقب پایا۔ اُنہوں نے مختلف میدانوں میں اصلاح و تجدید کا فریضہ سرانجام دیا اور اپنے معاشرے کی خرابیوں اور فسادات کی اصلاح کی۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے منہجِ اصلاح و تجدید کے چند بنیادی اُصولیات تھے جن کے ذریعے اُنہوں نے اصلاح کی۔

منہجِ ابنِ تیمیہ کے اصول:

ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے منہجِ اصلاح و تجدید کے بنیادی اُصول مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہدایت اور علم یقینی کا واحد حتمی ذریعہ وحیِ الٰہی ہے۔

۲۔ خارجی و داخلی حملوں سے اِسلام کا دفاع کرنا ضروری ہے۔

۳۔ قرآن و سنت کی اتباع ہی اصل دِین ہے۔

۴۔ دینِ اسلام کی جامع حیثیت کا پرچار کیا جائے۔

۵۔ دِین کے معاملے میں مداہنت نہیں ہونی چاہیئے۔

زیرِ نظر مقالہ میں اِمام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے منہجِ اصلاح و تجدید کے مذکورہ بالا بنیادی اُصول تفصیلاً ذکر کیے جائیں گے۔

1۔ ہدایت اور علمِ یقینی کا واحد ذریعہ وحی الٰہی ہے:

آپ کے منہج اصلاح و تجدید کا ایک بنیادی اُصول یہ تھا کہ ہدایت اور علمِ یقینی کا واحد حتمی ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ انسان کے لیے ہدایت کا واحد قابل اعتماد ذریعہ وحی خداوندی ہے عقائد، معرفتِ الٰہی، تخلیق کائنات سے واقفیت، نظام عبادات اور اخلاقی نظام سب کچھ انسان وحی الٰہی ہی سے حاصل کر سکتا ہے۔ فلاسفہ کے عقلی دلائل علم یقینی تک نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی یہ معرفت الٰہی کا مستند ذریعہ ہیں اگر انسان اپنے خالق، کائنات اور خود اپنے نفس کی پہچان حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا واحد قابلِ اعتماد ذریعہ وہ معلومات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے انسانیت تک پہنچایا ہے۔ آپ نے ان فلاسفہ کا پرزور رد کیا جو محض اپنی عقل کے ذریعے خالق تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اُن کے موقف کے درج ذیل نِکات تھے۔

(i) وحی کو عقل پر ترجیح دی جائے:

آپ نے واضح کیا کہ عقل انسانی محدود ہے لہٰذا وہ لامحدود حقائق کو آشکارا نہیں کر سکتی فانی عقل لازوال خالق کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی لہٰذا انسان کو ان معاملات میں صرف وحی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسی کو حق اور صواب جاننا چاہیے۔ اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں:

جماع الفرقان بين الحق والباطل والهدى والضلال والرشاد والغي وطريق السعادة والنجاة وطريق الشقاوة والهلاک أن يجعل ما بعث الله به رسله وأنزل به كتبه هو الحق الذي يجب إتباعه وبه يحصل الفرقان والهدى والعلم والايمان فيصدق بأنه حق وصدق..[1]

"حق و باطل، ہدایت و ضلالت، رُشد و گمراہی، طریق سعادت و نجات اور شقاوت و ہلاکت میں واضح فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو شرائع و کتب دے کر اپنے انبیاء کو مبعوث فرمایا ہے یہ ایسا حق ہے جس کی اتباع واجب ہے اسی سے ہدایت، علم، ایمان اور حق و باطل میں فرق حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس بات کی تصدیق ہو گی کہ وہ حق اور سچ ہے"۔

ایک دوسری جگہ وحی کی اہمیت و ضرورت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ "دین کے عقلی و نقلی دونوں پہلو رسول اکرم ﷺ سے ہی لیے جائیں۔ اور جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں اس کو ادلہ یقینیہ و برہانیہ کی بنیاد تسلیم کیا جائے کیوں کہ آپ کے فرمودات کا اجمال و تفصیل سب برحق ہے۔ جو کوئی انبیاء اور فلاسفہ کے اقوال پر نظر رکھتا ہے وہ خوب جان لے گا کہ حق انبیاء کے ساتھ اور اُن کے مخالفین خطا پر ہیں"[2]

یعنی عقل کو نقل کے تابع بنانا ضروری ہے اور عقل کو رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور اس کے احکام کے مطابق کیا جانا از بس ضروری ہے اور وحی کو بہر صورت عقل پر فوقیت دی جائے گی اور بلاوجہ دین کو عقل پر نہیں پرکھا جائے گا کیونکہ عقل شریعت کو ثابت کرنے کے لیے اصل کا درجہ نہیں رکھتی۔ آپ ثبوت شرع کے سلسلے میں ایک اور جگہ عقل کے عدم کردار کے بارہ میں فرماتے ہیں:

ان العقل ليس أصلاً لثبوت الشرع فى نفسه ولا معطياله صفة لم تكن له ولا مفيداً له صفة كمال.[3]

"عقل فی نفسہ شریعت کے ثبوت کے لئے اصل کی حیثیت نہیں رکھتی، اور نہ اس کو کوئی ایسی صفت بخشتی ہے جو اس کو پہلے سے حاصل نہ تھی اور نہ اس کو کمال کی صفت عطا کرتی ہے۔"

آپ نے وضاحت کی کہ انسان کی ہدایت کے لیے اور اس کے ایمان کی پختگی کے لیے اسے جتنے علم کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت کے ذریعے اس تک پہنچا دیا ہے اور فلاسفہ جن مسائل پر طبع آزمائی کرتے ہیں وہ قرآن نے تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔ 4

(ii) محض عقل کے ذریعے حقائق تک رسائی ممکن نہیں:

آپ کا موقف یہ تھا کہ وحی سے ہٹ کر محض عقل کے سہارے حقائق تک رسائی کی کوششیں کرنے والے حقائق سے جاہل ہی رہتے ہیں۔ وحی کے علاوہ فلاسفہ جن چیزوں تک رسائی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ دراصل جہالت اور قصورِ فہم ہے۔ وہ علم الٰہیات میں فلاسفہ کی کم مائیگی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

للمتفلسفة فى الطبيعات خوض ، وتفصيل تميز وا به بخلاف الالهيات فانهم من اجهل الناس بها وابعدهم عن معرفة الحق فيها، وكلام ارسطو معلمهم فيها قليل كثير الخطاء. 5

"فلسفہ سے اشتغال کرنے والے فن طبیعات میں غور و فکر اور تفصیل سے کام لیتے ہیں اور ان کا امتیاز نظر آتا ہے لیکن الٰہیات میں وہ جاہل محض اور حق سے بالکل ناآشنا معلوم ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں ارسطو سے جو کچھ منقول ہے وہ ہے بہت تھوڑا اور غلطیاں بہت زیادہ ہیں۔"

اس سلسلے میں وہ خصوصاً ارسطو کے بارہ میں کہتے ہیں کہ وہ الٰہیات کے بارہ میں بالکل لاعلم تھا کیونکہ وہ وحی کی دولت سے محروم تھا۔ فلاسفہ کا علم چوں کہ ظن و تخمین پر مبنی ہے اور وہ وحی الٰہی سے بالکل رہنمائی نہیں لیتے، لہٰذا ان کے علوم عقلیہ بھی وحی کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے یقینی و قطعی نہیں ہیں، بلکہ اصل علوم عقلیہ جن کا تعلق معرفت الٰہی اور انسان کی کامیابی سے ہے، فلاسفہ ان سے بالکل محروم ہیں۔ آپ نے یہ ثابت کیا کہ فلسفہ کی جدلیات انسان کو حقیقت سے آشنا نہیں کر سکتی اور آپ نے علم الٰہیات میں فلاسفہ کے جہل اور ان کے طریقہ کار کی غلطی کی خوب وضاحت کی۔ 6

(iii) محض عقل سے عقائد ثابت کرنا غلط ہے:

آپ نے نہ صرف فلاسفہ کا رد کیا بلکہ متکلمین جو طریقہ سلف سے ہٹ کر محض عقلی دلائل سے اسلام کے عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف تھے ان کا بھی بھرپور اور مدلل رد کیا ان کے نزدیک علم کلام جو کہ عقل کے ذریعے عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش ہے وہ انسان کو یقین کی دولت عطا نہیں کر سکتا بلکہ انسان کو متذبذب بنا دیتا ہے لہٰذا علم کلام کو چھوڑ کر صرف وحی الٰہی کو اثبات عقائد کا ذریعہ ماننا چاہیے۔ ابنِ تیمیہ کہتے ہیں کہ علم الکلام کے ماہرین مثلاً امام رازی، امام غزالی اور ابن عقیل رحمہم اللہ وغیرہم نے خوب تحقیق اور مطالعہ کے بعد علم الکلام کو غیر تسلی بخش اور عقلی و نقلی اعتبار سے کمزور علم کہا ہے۔ اور خود اُن کے نزدیک بھی یہ کوئی فائدہ مند علم نہیں ہے، بلکہ اس سے ظن و گمان بڑھتا ہے اور اس کو پڑھنے والے ایسے اشخاص جو علم وحی کے متعلق زیادہ نہ جانتے ہوں وہ اس کا مطالعہ کر کے عقیدہ میں مزید کمزور ہو جاتے ہیں اور تذبذب و تزلزل کا شکار ہو جاتے ہیں۔7

ان کے نزدیک عقائد کے اثبات، معرفت الٰہی کے حصول اور علم یقینی تک رسائی کے لیے صرف اور صرف قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ یہی ایک مستند ذریعہ ہے جس سے ہم حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ جتنے بھی طرق ہیں وہ غیر مستند اور حقائق سے دور لے جانے والے ہیں۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے ان لوگوں کا بھی رَد کیا جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کا اسلوب بیان مدلل نہیں ہے! لہٰذا علم کلام کے ذریعے یا فلسفہ کے اصولوں کے ذریعے وجود صانع، نبوت اور معاد وغیرہ کا اثبات کرنا چاہیے انہوں نے اس فکر کا مدلل رد کیا اور قرآن کے اسلوب کی برتری کو ثابت کیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"أن ما عند أئمة النظّار ـ أهل الكلام والفلسفة ـ من الدلائل العقلية على المطالب الإلٰهية فقد جاء القرآن بما فيها من الحق ، وما هو أكملُ وأبلغُ منها على أحسن وجه، مع تنزُّهه عن الأغاليط الكبيرة الموجودة عند هؤلاء. فإن خطأهم فيها كثير جداً،ولعلّ ضلالهم أكثر من هدَاهم ، وجهلهم أكثرُ مِن علمهم.8

"اہل کلام و فلسفہ نے مطالب الٰہیہ پر جو دلائل عقلی قائم کئے ہیں ان کے مقابلہ میں قرآن مجید کے دلائل کہیں زیادہ مکمل اور بلیغ و موثر ہیں، پھر اس کے ساتھ وہ ان بڑے بڑے مغالطوں سے بھی پاک و صاف ہے جو ان فلاسفہ و متکلمین کے دلائل میں پائے جاتے ہیں۔"

(iv) عقل اور وحی کا معتدلانہ امتزاج ہو:

اس طرح اُنہوں نے پر زور انداز میں وحی کے مستند ہونے کو ثابت کیا اور اس بات کو واضح کیا کہ عقائد صرف وحی الٰہی ہی سے حاصل کرنے چاہئیں کیونکہ وحی و نبوت ہی علم کا مستند ذریعہ ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے عقل کو کلیتاً کوئی بے کار چیز قرار نہیں دیا البتہ وہ عقل کو اس کے دائرہ کار میں رکھ کر استعمال کرنے کے قائل ہیں۔

ان کے نزدیک عقل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے وحی اور عقل میں مطابقت پیدا کی اور اس سلسلے میں اپنی شاہکار کتاب "موافقة صحيح المنقول لصريح المعقول" تصنیف کی اُن کا دعویٰ ہے کہ عقل سلیم اور وحی الٰہی میں کبھی تناقض نہیں ہو سکتا۔ فرماتے ہیں:

ان الادلة العقلية الصحيحة البيّنة التى لا ريب فيها ، بل العلوم الفطرية الضرورية، توافق ما اخبرت به الرسل لا تخالفه وان الادلة العقلية الصحيحة جميعها موافق للسمع ، لا تخالف شيئاً من السمع وهذا ـ ولله الحمد ـ قد اعتبرته فيما ذكره عامة الطوائف.9

"صحیح و واضح عقلی دلائل جن میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ یقینی فطری علوم سب کے سب انبیاء علیہم السلام کی اطلاعات کے موافق ہیں مخالف نہیں اور صحیح عقلی دلائل تمام تر نقل و روایت (سمع) کے مطابق ہیں ذرا بھی اس کے خلاف نہیں الحمد للہ میں نے مختلف فرقوں کا کلام اور ان کے مسائل پر غور کیا ہے اور اسی بات کو صحیح پایا ہے۔"

لہٰذا اُن کے نزدیک عقل و نقل میں کوئی تضاد نہیں اگر عقل وحی و نبوت کے خلاف کوئی دعوی کرے تو وہ عقل سیلم نہیں ہو سکتی آپ کا موقف یہ ہے کہ اگر کبھی عقل و نقل میں تعارض آئے تو نقل کو عقل پر فوقیت دی جائے گی کیونکہ یہ ہی مستند ترین ہے مختصر طور کہا جاسکتا ہے کہ امام ابن تیمیہ کے منہج اصلاح و تجدید کا پہلا بنیادی نقطہ اور اصول یہ تھا کہ ہدایت کا واحد مستند ذریعہ وحی الٰہی ہے عقل ماوراء الطبیعات حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی اور جن لوگوں نے محض عقل سے کام لے کر حقیقت تک رسائی کی کوشش کی ہے وہ مکمل طور پر ناکام رہے ہیں لہٰذا انسان کو عقائد، معرفت خالق، نفس انسانی کی حقیقت کے ادارک اور نظام عبادات واخلاقیات کے لیے صرف اور صرف وحی کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے اور وحی کی مستند ترین اور جامع ترین روایت قرآن و سنت کی شکل میں موجود ہے۔ اگر اس کو چھوڑ کر اپنی عقل سے حقائق کا ادراک کرنا چاہیں گے تو تذبذب اور جہالت کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا قرآن و سنت میں انسان کی ہدایت کے لیے مطلوب حقائق مع دلائل موجود ہیں لہٰذا کسی اور ذریعہ کو اپنانے کی ضرورت نہیں۔

2۔ خارجی و داخلی حملوں سے اسلام کا دفاع:

ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے منہج کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ اسلام کو خارجی اور داخلی حملوں سے بچایا جائے اور اس کا مکمل دفاع کیا جائے۔ جس طرح عملی طور پر عہدِ ابنِ تیمیہ کے لوگوں نے دین میں بہت سے اضافے کر لیے تھے اسی طرح فکری طور پر بھی اس دور میں بہت سے فتنے رونما تھے مختلف فرقوں نے ایسے ایسے نظریات پھیلا رکھے تھے کہ اسلامی تعلیمات مسخ ہو کر رہ گئی تھیں۔ دوسری طرف غیر مسلموں نے مختلف اعتراضات کر کے مسلمانوں کو شکوک میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام کو ہر قسم کے داخلی و خارجی انحرافات سے بچا کر اس کی صاف و شفاف تعلیمات کو خالص حالت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور اس سلسلے میں اُنہوں نے بہت سے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ اُنہوں نے ایک طرف تو مسلمانوں میں پیدا ہونے والے داخلی انحرافات کا رد کیا اور دوسری طرف غیر مسلموں کے اسلام پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دیئے۔

فِرق کا رد:

اُنہوں نے معتزلہ، اشاعرہ، رافضیہ، باطنیہ، حلولیہ، اور اس طرح کے دیگر فرقوں کا رد کیا جنہوں نے اسلامی تعلیمات کے چاند کو گہنا دیا تھا۔ آپ نے ان کے افکار و نظریات کا مدلل رد لکھا اور مسلمانوں کو باور کروایا کہ اسلام کے نام پر جو چیز یہ لوگ پیش کر رہے ہیں وہ اسلام نہیں بلکہ اسلام سے روگردانی اور گمراہی ہے اس سلسلے میں اُنہوں نے کئی کتب تصنیف کیں، شیعیت کے رد میں ان کی تصنیف "منہاج السنۃ النبویۃ" ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا محرک یہ تھا کہ ایک شیعہ عالم ابن المطہر الحلی نے ایک ضخیم کتاب "منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ" تصنیف کی، اس میں اثباتِ شیعیت کی بھرپور کوشش کی ہے اور خلفائے راشدین میں سے ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم پر زبان طعن دراز کی اور دیگر صحابہ کو شرارِ خلق اورارذل مخلوقات ثابت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ پر طعن درازی اسلام کی بنیادوں پر حملہ کرنے کے مترادف ہے۔اس کتاب میں اُنہوں نے صحابہ کے فضائل و مناقب، خلفائے راشدین کی خلافت کا اثبات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام سے دل میں کھوٹ رکھنا دل کی ناپاکی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"دلوں کی سب سے بڑی ناپاکی اور مرض یہ ہے کہ انسان کے دل میں ان لوگوں کی طرف سے کھوٹ ہو جو اخیار مومنین اور انبیاء کرام کے بعد اولیاء اللہ کے سرکردہ اور سرتاج تھے۔ اس لیے مال غنیمت (فئ) میں ان ہی لوگوں کا حصہ رکھا گیا ہے، جو مہاجرین و انصار اور سابقین اولین کی طرف سے دل میں کھوٹ نہ رکھتے ہوں اور ان کے لیے دعا و استغفار کرتے ہوں۔[10] اس کے استدلال کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں:

(وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ)[11]

اور ان کے لیے بھی جو مہاجرین کے بعد آئے، دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان داروں کی طرف سے کینہ قائم نہ ہونے پائے۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

آپ نے اس کتاب میں فضائلِ صحابہ اور شیخین پر سیر حاصل بحث کی ہے اور خلافتِ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومما يدل على كمال حال الصديق وأنه أفضل من كل من ولي الأمة بل و ممن ولي غيرها من الأمم بعد الانبياء.12

(خلافتِ صدیقی) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمال فضیلت ہے اور آپ امت محمدیہ کے تمام خلفاء و مقتدر طبقہ پر بلکہ تمام انبیاء کی امتوں کے خلفاوامراء پر فضیلت رکھتے ہیں۔"

آپ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی خلافت کو نصی اور استنباطی قرار دیا ہے۔13 اس کے علاوہ آپ نے عقائدِ شیعہ میں تناقض ثابت کیا ہے۔14

آپ نے نہ صرف مسلمانوں کے اندر سے پیدا ہونے والے فرقوں کا رد کیا اور ان کے اعتراضات کے جوابات دیے بلکہ اسلام پر ہونے والے ہر خارجی حملے کا بھی مقابلہ کیا اور یہود و نصاریٰ کی طرف سے اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا اور اسلام کا پورا پورا دفاع کیا۔ اس سلسلے میں خصوصاً عیسائیت کا رد کیا اور ان کی طرف سے اسلام پر کیے جانے والے حملوں کا بھرپور مقابلہ کیا۔

ردِ عیسائیت:

عہدِ ابنِ تیمیہ میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ اسلامی ملکوں میں جن مذاہب وادیان نے حیرت و مستعدی کا اظہار کیا ان میں مسیحیت سر فہرست ہے، جس کے ماننے والوں کی بڑی تعداد اسلامی ممالک بالخصوص مصر و شام میں موجود تھی، شام سے متصل عیسائی ممالک کا سلسلہ تھا۔ عیسائی مبلغین اور علما شام کو مسیحیت و صلیب کے سایہ میں لینا چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے جب تاتاری دمشق میں داخل ہوئے تو عیسائیوں نے شہر سے نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کو تحائف دیے۔ تاتاریوں کے ساتھ مل کر عیسائیوں نے کافی قوت حاصل کر لی تھی۔

مسلمان دفاعی پوزیشن میں تھے کہ مسیحی پادری مسلمانوں سے اکثر سوال وجواب کرتے رہتے تھے اور علماء اُن کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔ عیسائیوں کی ایک نئی مناظرانہ تصنیف ملک شام میں پہنچی جس میں عقلی و نقلی حیثیت سے مسیحیت کا اثبات کیا گیا تھا اور مسیحی عقائد کو عقلاً و نقلاً ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کتاب میں پوری قوت کے ساتھ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ رسول اللہ کی بعثت عمومی نہیں آپ صرف عربوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، اور عیسائی آپ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں۔ ابنِ تیمیہ نے اس کتاب کا جواب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" میں لکھا جو کہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک کتاب ہے۔ اسی کتاب میں اُنھوں نے صرف اسلام کی مدافعت نہیں کی بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر بھی حملے کیے ہیں۔ اس کتاب میں مسیحیت کی تاریخ، مسیحی علم کلام اور مسیحی علما کی موشگافیوں اور تاویلات کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ نیز رسول اللہ کی بعثت کی بشارتوں اور آپ کے دلائل نبوت اور آپ کی پیشین گوئیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ پیش کر دیا ہے۔ یہ کتاب امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اتنا بڑا شاہکار ہے کہ بقول ابو زہرہ مصری:

وهو وحده جديد بأن يكتب ابن تيميه فى سجل العلما العاملين والائمة المجاهدين والمفكرين الخالدين.15

"یہ کتاب تنہا ان کو باعمل علما و مجاہد ائمہ اور لافانی مفکرین کا مرتبہ دلانے کے لیے کافی ہے۔"

نبوتِ محمدی پر عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نبوتِ محمدی پر اعتراضات کا نہ صرف جواب دیا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعجازات واضح کیے اور دیگر انبیاء پر ان کی فضیلت کو بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تکذیب سے تمام نبوتوں کی تکذیب لازم آتی ہے اور کسی ایک کا ثابت ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک دوسرے انبیاء کی نبوت کے ثبوت پر اصرار کرنا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا ایسا ہی جیسے کسی فن کے علما کی عظمت و امامت کا اقرار کیا جائے اور اس فن کے استاد الاساتذہ اور امام الائمہ کا انکار کیا جائے۔ وہ اس کی متعدد دلچسپ مثالیں دیتے ہیں:

وصار هذا كما لو قال قائل أن زفروا ابن القاسم والمزنى والاثرم كانوا فقهاء وأباحنيفة ومالكاً والشافعي وأحمد لم يكونوا فقهاء أو قال ان الاخفش و ابن الانبارى والمبرد كانوا نحاة والخليل وسيبويه والفراء لم يكونوا

نحاة أوقال ان صاحب الملكي والمسيحي ونحوهما من كتب الطب كانوا أطباء وبقراط وجالينوس ونحوهما لم يكونوا أطباء أو قال إن كوشيار والخرقي ونحوهما كانوا يعرفون علم الهيئة وبطليموس ونحوه لم يكن لهم علم بالهيئة، و من قال إن داود وسليمان ومليخا وعلموص و دانيال كانوا انبياء و محمد بن عبدالله لم يكن نبياً فتناقضه اظهر وفساد قوله ابين من هذا جميعه بل وكذلك من قال إن موسٰى و عيسٰى رسولان والتوراة والإنجيل كتابان منزلان من عند الله ومحمد ليس برسول والقرآن لم ينزل من الله فبطلان قوله في غاية الظهوروالبيان لمن تدبرما جاء به محمد وما جاء به من قبله وتدبر كتابه والكتب التى قبله وأيات نبوته و ايات نبوة هؤلاء وشرائع دينه وشرائع دين هؤلاء"16

"یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ زفر، ابن القاسم، مزنی اور اثرم 17 تو بڑے فقیہ تھے، لیکن امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل فقیہ نہیں تھے، یا کوئی شخص کہے کہ اخفش، ابن انباری اور مبرد 18 تو نحوی تھے لیکن خلیل بن احمد الفراہیدی، سیبویہ اور فراء نحوی 19 تو نہیں تھے۔ یا کہے کہ ملکی اور مسیحی وغیرہ طب کے مصنفین تو اطباء تھے لیکن بقراط جالینوس وغیرہ طبیب نہیں تھے، یا کہے کہ کوشیار اور خرقی تو علم ہیئت سے واقف تھے لیکن بطلیموس وغیرہ کو ہیئت کا علم نہیں تھا یا کوئی کہے کہ داود سلیمان ملیخا وعاقوص اور دانیال تو ضرور پیغمبر تھے اور محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں تھے۔ اس شخص کا تناقض اور اس کے قول کی نامعقولیت اوپر کے تمام اقوال سے زیادہ روشن ہے، بلکہ جو شخص یہ کہے کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام تو بے شک اللہ کے رسول اور تورات اور انجیل تو ضرور آسمانی کتابیں تھیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں، اور قرآن آسمان کتاب نہیں، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور آپ سے پہلے آئے ہوئے ادیان و صحف پر غور کرے گا اور اس کو نبوت محمدی کے دلائل و آیات اور انبیائے سابقین کی نبوت کے دلائل و آیات اور شرع محمدی کے دلائل و آیات اور شرائع سابقہ پر غور کرنے کا موقع ملا ہو گا وہ اس کو بالکل باطل اور مہمل سمجھے گا۔"

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی فن کے سب سے بڑے امام و ماہر کا انکار کیا جائے اور اسی فن کے کم ماہر شخص کی عظمت کا اقرار کیا جائے۔ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے عیسائیوں کے اس دعوے کا مدلل رد کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور انہی سے ایمان کا مطالبہ کیا تھا اور عیسائی آپ پر ایمان لانے کے لیے مجبور نہیں ہیں۔ آپ نے اس عقیدہ کی تردید میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔20

اس کے علاوہ اس کتاب میں آپ نے شریعت محمدی کے اعجاز، معجزات و دلائل نبوت، تورات، صحف سماویہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کو بحوالہ بیان کیا ہے۔ عیسائیت کے عقائد پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ 21

الغرض ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اسلام پر ہونے والے داخلی و خارجی حملوں کا مقابلہ کیا اور اسلام کا بھرپور دفاع کیا، کیونکہ اسلام کا اندرونی و بیرونی قوتوں کے مقابلے میں دفاع کر کے ہی اس کو خالص شکل میں رکھا جا سکتا ہے۔ کسی بھی چیز میں بگاڑ دراصل تب پیدا ہوتا ہے جب اس کو اندرونی و بیرونی طور پر بچایا نہ جا سکے۔ اور کسی بھی فکر کے مخالفین اس کی ناکامی کے لیے انہی دو ہتھیاروں کو استعمال کرتے ہیں۔

ایک تو اسی کے اندر سے ایسے اشخاص تیار کیے جاتے ہیں جو بگاڑ کو اصل میں شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، دوسرے بیرونی دشمنوں کی سازشوں سے اس کو مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ابن تیمیہ دشمن کے ان ہتھیاروں سے ہمیشہ بخوبی آگاہ رہے۔ ان کے نزدیک اگر لوگوں کے اخلاق و اطوار کو درست کرنا ہے تو ان کو خالص اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ جتنی بھی فکری گمراہیاں اسلام کے نام پر پیش کی جاتی ہیں ان کا رد کیا جائے اور خارجی طور پر اسلامی تعلیمات پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا رد کر کے اسلامی تعلیمات کے روشن چراغ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

3۔ قرآن و حدیث کی اتباع ہی اصل دِین ہے:

ہدایت کا واحد ذریعہ وحی ہے وحی کی موجودہ معتبر ترین روایت اسلام ہے اور اسلام قرآن و حدیث کی اتباع کا نام ہے امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے منہج اصلاح و تجدید کا بنیادی اُصول قرآن و سنت کی برتری ہے اُن کے نزدیک قرآن و سنت ہی اصل اسلام ہے باقی چیزیں اگر کوئی حیثیت رکھتی ہیں تو اُن کی حیثیت ثانوی اور قرآن و حدیث ہی سے ماخوذ ہے۔

تقلید و اتباع کے مابین نقطہ اعتدال کا فروغ:

ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے فقہی احکام کے استنباط میں عقل کے کردار کو کلیتاً رد نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے عقل و نقل کے معتدلانہ امتزاج سے فقہی مسائل کے اخذ کی روایت کو فروغ دیا۔ اس سلسلے میں عقل اور وحی کے درمیان توافق قائم کرنے کی

طرح اُنہوں نے تقلید و اتباع نصوص کے درمیان بھی نقطہ ءاعتدال کو برقرار رکھا، ان کا مؤقف یہ تھا کہ ہر بندہ اپنے علم اور فکری استعداد کے مطابق اتباع نصوص کا پابند ہے۔ اُنہوں نے معاشرے کے افراد اور علماء کو مختلف درجہ بندیوں میں تقسیم کیا اور وضاحت کی کہ ہر درجہ کے لوگوں پر کس قدر تحقیق اور حصولِ علم واجب ہے وہ تقلید شخصی اور مذہبِ معین کی پابندی کو درست نہیں سمجھتے تھے لیکن اُنہوں نے عوام الناس کو اور جو علم و فکر سے بے بہرہ ہوں ان کو ہر مسئلہ کی تحقیق کا پابند نہیں بنایا بلکہ ان کو نصیحت کی کہ وہ کسی بھی معتبر عالمِ دین سے مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیں تاہم مجتہدین کے لئے وہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ تحقیق کریں اور اس قول کو اختیار کریں جو قرآن و حدیث کے زیادہ قریب ہو۔ وہ فرماتے ہیں:

اما القادر على الاستدلال فقيل يحرم عليه التقليد مطلقاً،وقيل يجوز مطلقاًوقيل يجوز عند الحاجة كما اذا ضاق الوقت عن الاستدلال فهذاالقول أعدل.22ے

"جو شخص استدلال پر قدرت رکھتا ہو اس کے بارہ ایک قول تو یہ ہے کہ اس کے لئے تقلید مطلقاً حرام ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے تیسرا قول یہ ہے کہ ضرورت کے وقت جائز ہے، مثلاً وقت میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ وہ براہ راست تحقیق کر سکے اور دلیل سے مسئلہ نکال سکے اور یہی قول زیادہ منصفانہ اور قرینِ صواب ہے۔"

البتہ جس کو اجتہاد تام پر قدرت حاصل ہو اس کے لئے ان کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی جانب اس کو نصوص نظر آئیں اور ان نصوص کا مقابلہ کرنے اور ان کو دفع کرنے والی کوئی وجہ نہ ہو تو اس کے لیے نصوص کی پیروی لازم ہے، فرماتے ہیں:

أما اذا قدر على الاجتهاد التام الذى يعتقد معه ان القول الآخر ليس معه مايد فع به النص فهذا يجب عليه اتباع النصوص،وان لم يفعل كان متبعاًللظن وماتهوى الانفس وكان من اكبر العصاة لله ولرسوله.23ے

"البتہ اگر اس کو ایسے اجتہادِ تام پر قدرت حاصل ہے کہ اس کو یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ فلاں مسئلہ کی کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے نص کو دفع کیا جا سکے تو اس پر نصوص کی پیروی واجب ہے اگر ایسا نہ کرے گا (اور مخالف نص قیاس یا مسئلہ پر تقلید پر قائم رہے گا تو وہ (ان يتبعون الاالظن وماتهوى الانفس) (وہ گمان اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں) کی وعیدِ قرآنی میں آئے گا اور اللہ و رسول کا بڑا نافرمان اور عاصی کہلائے گا۔"

ایک عالم جسے اجتہاد پر قدرت حاصل ہے اور وہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے مسئلہ مستنبط کر سکتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا کرے، اگر وہ اجتہاد کی بجائے محض تقلید کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو صلاحیت دے رکھی ہے اس کو استعمال نہیں کرتا تو وہ کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ دوسرے کی سمجھ کے مطابق مسئلہ اخذ کرنے پر اکتفا کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت و بصیرت کو استعمال نہ کرکے اور اسے ضائع کرکے اللہ کی ناشکری کر رہا ہے۔ لہٰذا وہ نافرمانی اور گناہ کا مرتکب ہوا۔ لیکن ایک ایسا شخص جسے عالمانہ بصیرت حاصل نہیں وہ کسی معتبر عالم دین سے مسئلہ پوچھے گا کیونکہ علماء، سنتِ رسول کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور قولِ رسول تک پہنچنے کا راستہ ہیں۔24؎

المختصر امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے منہج کا بنیادی اصول یہ تھا کہ دینی معاملات میں اصل حیثیت(Authority)اور حتمی مرجع قرآن و حدیث ہی ہیں ان کے مقابلے میں آراء الرجال کی پیروی کرنا سراسر گمراہی اور ضلالت ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دین کے احکام کا علم حاصل کرنے کے لئے قرآن و سنت ہی کی طرف رجوع کرے اور اگر کوئی براہِ راست قرآن و سنت سے مسائل کا استنباط نہیں کر سکتا تو وہ علماء وقت سے استفادہ کرے لیکن کسی شخص کی تقلید کو واجب قرار دے دینا یا کسی مذہب معین کو اختیار کرنے کو ضروری سمجھنا باطل ہے اور اس کی کوئی دلیل قرآن و حدیث میں موجود نہیں آپ نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل تصنیف کیے:

1۔قاعدة فی الاجتهاد والتقليد

2۔قاعدة فی تقليد مذهب معين هل يجب على العامی ام لا؟

3۔قاعدة جليلة فی وجوب الاعتصام بالرسالة۔

4۔جواب فی ترک التقليدفيمن يقول مذهبی مذهب النبی صلى الله عليه وسلم ولست انا محتاج الى تقليدالمذاهب الاربعة۔

4۔ دین کی جامع حیثیت کا پرچار کیا جائے:

اصلاح و تجدید کے حوالے سے امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے منہج کا ایک اُصول یہ تھا کہ دین کو ایک جامع ہدایت اور مکمل ضابطہ حیات کے طور پر پیش کیا جائے بعض مصلحین صرف عبادات کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ بعض صرف عقائد کی درستی کو ہدف بناتے ہیں اور بعض صرف معاشرتی پہلوؤں پر کام کرتے ہیں یعنی عموماً مصلحین کے طرز عمل میں ایک چیز پر زور دیا جاتا ہے تو دوسری کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے عام مصلحین کے بر عکس آپ نے دین کے تمام پہلوؤں کو موضوع بحث بنایا اور اسلام کو ایک جامع طرزِ زندگی کے طور پر پیش کیا۔

رائج الوقت علوم وفنون میں مہارت ہو:

آپ نے ہر فن میں کمال حاصل کیا اور اپنے زمانے کے مروجہ علوم میں اس قدر مہارت حاصل کر لی تھی کہ کسی فن پر جب گفتگو کرتے تو سننے والا یہی سمجھتا کہ اس فن کے علاوہ آپ کچھ نہیں جانتے۔ جملہ علوم اسلامیہ پر جو ان کے زمانے تک مدون ہو چکے تھے۔ ان کی گہری اور وسیع نظر تھی۔ جن سے انھوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پھر ان میں سے وہ عنصر لے لیا جو زیادہ قوی اور جاندار تھا، اور جو ان کے عہد کے لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے ایک قیمتی سرمایہ بن گیا۔ آپ نے صرف علوم اسلامیہ کی تحصیل ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ غیر اسلامی علوم بھی حاصل کیے۔ چنانچہ ان کی کتاب "الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح" دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح ان کو اصل مسیحی دین اور ان کے زمانے میں مروجہ عیسائیت سے وسیع واقفیت ہے۔

اُنھوں نے علومِ شرعیہ میں اِس قدر مہارت حاصل کر لی تھی کہ فقہ میں اُن کی حیثیت یہ تھی کہ فقیہ عصر کہے جاسکتے ہیں۔ علمِ کلام کو دیکھیے تو بڑے پایہ کے متکلم نظر آئیں گے۔ آیات قرآن کریم کی تفسیروں، اصول تفسیر کی دراست اور مناہج تفسیر کے سلسلے میں جو کچھ ان کے قلم سے نکلا، اس نے اُنھیں چوٹی کے مفسرین کی صف میں لا بٹھایا۔ ان جملہ علوم میں ان کے افکار و آراء کی گہرائی تحقیق و تفحص اور وسعت پر مبنی ہے۔

وسعتِ نظری:

اگر ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی فقہی حیثیت پر نظر ڈالی جائے تو وہ مجتہد مطلق تھے۔ گو کہ ان کا پوراخاندان حنبلی تھااور آپ کو بھی فقہ حنبلی کا علم ورثہ میں ملا لیکن آپ اس کے باوجود دوسرے فقہی مذاہب کے احکام و مسائل بھی اختیار کر لیتے تھے جو کتاب و سنت اور فتاوائے صحابہ سے زیادہ قریب ہوتے تھے، بلکہ وہ بعض ایسے نتائج تک بھی پہنچتے جو ائمہ مذاہب اربعہ کے خلاف تھے۔ مثلاً حلف بالطلاق کی صورت میں طلاق واقع نہ ہونے کا فتویٰ یاان کا یہ فتویٰ کہ طلاق ثلاث، بلفظ ثلاث یاایک ہی مجلس میں دی ہوئی طلاق کا شمار طلاق واحد میں ہو گا۔ ان مسائل میں اور ان جیسے دوسرے مسائل میں اُنھوں نے مذاہبِ اربعہ کے دائرے سے قدم باہر نکالا۔ اور کتاب و سنت اور اقوالِ صحابہ سے قریب ترجوبات نظر آئی اسے دوسری آراء اور تمام باتوں کو نظر انداز کر کے قبول کر لیا۔

لہٰذا ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ مجتہدِ مطلق کے مقام پر فائز تھے۔ اُن کا منہج یہ تھا کہ کتاب و سنت کے مطابق جہاں سے بھی بات ملے اسے لے لیناچاہیے۔ اس سلسلے میں کسی کی تقلید کرنادرست نہیں۔ بلکہ جو موقف اقرب الی الکتاب والسنۃ معلوم ہو، اسے اپنانا ضروری ہے۔ اُنہوں نے لوگوں پر یہ واضح کیا کہ ہمارے تمام مسائل کا حل اسلام کی اتباع ہے ہمیں عقائد، عبادات، معاملات، سیاست، معاشرت اور اقتصادیات غرض کہ ہر معاملے میں شریعتِ مطہرہ سے راہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ اُنہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ اسلام ان تمام قسم کے امور میں ہماری راہنمائی کی مکمل صلاحیت رکھتاہے اسی لیے آپ نے ہر موضوع پر قلم اُٹھایااور اس موضوع کا حق ادا کر دیا۔

سیاسی حالات پر اُن کی کتاب "السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ" ایک لا جواب کتاب ہے۔ علمِ طبیعات میں اُن کا رسالہ "رسالة في العرش والعالم هل هو كروي الشكل ام لا؟" اچھی تصنیف ہے۔ کیمیاء گری کی شرعی حیثیت کے بارہ میں "رسالة في ابطال الكيمياء وتحريمها" لکھا۔ مختصراًیہ کہ اُنہوں نے دین کی جامع حیثیت کا پرچار کیااور اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

5۔ دِین کے معاملے میں مداہنت نہیں ہونی چاہیئے:

آپ کے منہج اصلاح و تجدید کا ایک بنیادی اُصول عدم مداہنت اور عدم تساہل بھی ہے۔ آپ نے اپنے اصلاحی و تجدیدی کام کو ایک غیرت مند مسلمان کی حیثیت سے سرانجام دیا۔ آپ دینی معاملات میں تساہل سے کام لینے کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کوئی حدود اللہ کو پامال کرتا یا شرعی نصوص کی غلط تاویل و تشریح کرتا تو آپ پوری مستعدی سے اس کا رد کرتے۔ آپ جب لوگوں کو دیکھتے کہ وہ شعائر اللہ کا مذاق اُڑاتے ہیں تو آپ شریعت کی بالادستی کے لیے کمربستہ ہو جاتے۔ اس سلسلے میں ان کو بڑی تکلیفیں آئیں، اُنہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ نے توہین رسالت کرنے والے کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ صادر کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والے کے خلاف لوگوں کو جمع کیا اور خود مقدمہ لے کر امیر کے پاس گئے۔ اس سلسلہ میں ایک شاہکار کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" تصنیف کی جو کہ اس موضوع پر ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ نے نہ صرف قلم سے اسلام کا دفاع کیا بلکہ تلوار سے بھی جہاد کیا اور اسلام پر کسی بھی جانب سے ہونے والے حملے کے خلاف مداہنت و مصلحت سے کام نہیں لیا بلکہ میدان میں اُترے اور اپنا کردار ادا کیا۔ ان کا موقف تھا کہ جب اسلام کو کسی بھی طرح کی قربانی کی ضرورت پڑے تو مسلمان اپنے آپ کو پیش کر دے۔ اس سلسلے میں امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے تارتاریوں اور مفسدوں کے خلاف جہاد کیا۔ آپ نے نہ صرف تاتاریوں کے خلاف اور مفسدین کے خلاف جہاد کیا بلکہ تمام غیر اسلامی و غیر شرعی بدعنوانیوں کے خلاف جہاد کیا۔ شام کے نائب السلطنت سیف الدین نے شراب خانوں کی خاص سرپرستی کی تھی، اور وہ اس کی آمدنی کا بڑا ذریعہ تھے۔ اس کے مختصر دور حکومت میں متعدد نئے شراب خانے قائم ہوئے۔ اب ان کے باقی رہنے کے لیے کوئی جواز نہ تھا۔ دمشق میں کوئی حاکم اور ذمہ دار افسر نہ تھا۔ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا، اپنے تلامذہ اور احباب کے ساتھ سارے شہر کا دورہ کیا۔ جہاں شراب خانہ نظر آیا، اس کے مٹکے اور جام و سبو توڑ ڈالے۔ شراب انڈیل دی اور ان مے خانوں میں جو اوباش مقیم تھے، اور افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے تھے، ان کی تعزیر کی، شہر میں عام طور پر اس کارروائی پر مسرت کا اظہار کیا گیا۔[25]

الغرض آپ دین کے معاملے میں کسی بھی قسم کی مصالحت کے قائل نہیں تھے البتہ شریعت کی حدود کے اندر رہ کر اور ولاء و براء کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے آپ جمیع مسلمانوں سے خیر خواہی اور حسن اخلاق کے علم بردار تھے جس کی واضح

مثال آپ کا اپنے مخالف علماء سے حسن سلوک ہے۔ آپ نے قدرت کے باوجود اپنے مخالفین سے کبھی بدلہ نہیں لیا کیونکہ ان کی مخالفت صرف دین کے لیے تھی۔ انہوں نے کبھی ذاتی اغراض و مقاصد اور ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے کسی کی مخالفت نہیں کی۔

حریتِ فکر:

آپ دینی معاملات میں اپنی غیرت و حمیت کے باوجود فقہی معاملات میں تعصب اور جھگڑے کے قائل نہیں تھے بلکہ توسیع اور تنوع کے قائل تھے۔ آپ نے علماء کے احترام کی روش ڈالی اور وہ لوگ جو فقہاء کرام خصوصاً آئمہ اربعہ کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے تھے ان کا رد کیا اور اس سلسلے میں اپنی کتاب "رفع الملام عن ائمة الاعلام" تصنیف کی۔

اس میں ان ائمہ کرام کی طرف سے صفائی دی ہے جن کے اقوال سنت صحیحہ کے خلاف جاتے ہیں۔ اور یہ صفائی اتنی قوی ہے کہ پڑھنے والا انھیں خاطی نہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"مسلمانوں پر اللہ اور رسول کے بعد مومنین سے محبت و تعلق خاطر واجب ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ خاص طور پر علما سے محبت و موالات تو اور زیادہ ضروری ہے۔ کہ یہ ورثۃ الانبیاء ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے رہنما ستاروں کی طرح بنایا ہے۔ جو خشکی اور تری میں راستہ دکھاتے ہیں۔ مسلمان ان کی ہدایت اور درایت پر متفق ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دوسری قوموں کے علماء اشرار تھے۔ یہ خصوصیت سے ملتِ اسلامیہ ہی کو حاصل ہے کہ اس کے علماءِ خیر اُمت ہیں۔ یہ لوگ خلفاءِ رسول ہیں۔ سنت کا احیاء کرنے والے ہیں، اِنہی کے دم سے کلامِ الٰہی کا چرچا ہے۔ قرآن ہی سے ان کا قیام ہے۔ یہ اس کے ترجمان ہیں، وہ ان کا ترجمان ہے۔ جاننا چاہیے کہ اُمت کے ائمہ مقبولین میں سے کوئی امام ایسا نہیں ہے جو جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی یا بڑی سنت کی مخالفت کرے، ان تمام ائمہ کا اتباعِ رسول کے وجوب پر کامل اتفاق ہے۔ اس پر بھی یہ متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر ایک کا قول ترک کیا جاسکتا ہے۔ ائمہ مقبولین میں سے اگر کسی کا کوئی قول، حدیث صحیح کے خلاف پایا جائے تو اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ خیال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں ہے۔

۲۔ یہ اعتقاد کہ مسئلہ زیر بحث کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۳۔ یہ اعتقاد کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔"26

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ دوسرے اہل علم کی قدر کرتے تھے۔ گو وہ ان کی رائے سے مخالف رائے کیوں نہ رکھتا ہو۔ مخالف پر لعن طعن نہیں کرتے تھے۔ نہ اسے جھوٹا قرار دیتے، نہ ہی اس پر بہتان لگاتے۔ بلکہ اس کی طرف سے صفائی دیتے، وسیع القلب عالم کی شان یہی ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ دین کی بنیادیں ڈھانے کی کوششوں میں مصروف تھے، نئے نئے عقائد و مسائل اسلام میں پیدا کر کے مسلمانوں کو مغالطوں میں مبتلا کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ظاہر میں مسلمان تھے لیکن ان کے اندر کفر تھا۔ ایسے لوگوں پر غیرت دینی کے تقاضے سے آپ بہت کڑھتے تھے۔

الغرض آپ کا منہج یہ تھا کہ دینی معاملات میں تساہل اور مداہنت سے کام نہ لیا جائے البتہ آپ بے جا تعصب کے قائل نہیں تھے اور مسلمانوں سے خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ رکھتے تھے۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا پانچ اُصول ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی فکر کے چند بنیادی اُصول ہیں جن پر اُن کے اصلاحی و تجدیدی کاموں کی فلک بوس عمارت قائم ہوئی۔ آپ نے معاشرتی برائیوں کی جو اصلاح کی، فکری گمراہیوں کا رد کیا اور باطل افکار و نظریات کی بیخ کنی کی اس سارے کام میں اُن کے یہی اُصول کار فرما تھے اور انہی اُصولوں نے آپ کے کام کی نوعیت اور سمت کو متعین کیا۔

آپ کے منہج کے مطابق ہدایت اور حقائق کی معرفت صرف اور صرف انبیاء کی لائی ہوئی شریعت پر ہی منحصر ہے اور شریعت کی آخری جامع اور حتمی روایت اسلام کی شکل میں موجود ہے۔ شریعت قرآن و حدیث کی اتباع کا نام ہے اور اس میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا ضلالت و گمراہی ہے۔ شریعت کو ایک جامع حیثیت سے دیکھنا چاہیے اور ہر قسم کے

علوم و فنون جو خلافِ شریعت نہ ہوں ان کے استفادہ سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔ تاکہ دشمنانِ اسلام کو جواب دیا جا سکے۔ اگر آپ کے منہج کا بغور جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس منہج میں جو بنیادی نکتہ کارفرما تھا وہ ہے اعتدال کی راہ۔ آپ نے ہر معاملے میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کا راستہ اختیار کیا اور یہ بذات خود ان کا بہت بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔ آپ نے اجتہاد اور تقلید کے درمیان اعتدال کو قائم رکھا جو کہ ایک نئی روش تھی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا منہج اعتدال کا منہج ہے اور اعتدال آپ کے منہج کی اہم ترین خوبی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کا منہج بے تعصبی پر مبنی تھا۔ آپ نے کبھی بھی بے جا تعصب کا مظاہرہ نہیں کیا۔ آپ نے ہمیشہ انصاف و عدل کا دامن تھاما ہے آپ مخالفت برائے مخالفت کے قائل نہیں تھے بلکہ اپنے مخالفین کی اچھی باتوں کی تعریف و تحسین کیا کرتے تھے۔

حواشی

1۔ ابن تیمیه، أحمد بن عبدالحلیم، مجموع الفتاویٰ، دارالوفاء، الطبعة الثالثة ۱۴۲۶ھ،۲۰۰۵،۱۳/۱۳۵؛ابن تیمیه،أحمد بن عبدالحلیم،رسالة الفرقان بین الحق والباطل،ص۶۴

2۔رسالة الفرقان بین الحق والباطل،ص۶۶

3۔ابن تیمیه، أحمد بن عبدالحلیم،درتعارض العقل والنقل، مکتبة ابن تیمیة، المملکة العربیة السعودیة، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ھ،۱/۸۸

4۔عبدالعظیم،سعید، الدکتور :منهج شیخ الإسلام ابن تیمیه، دارالإیمان اسکندریه،ص۴۲۔۴۳

5۔ابن تیمیه، أحمد بن عبدالحلیم، رسالة معارج الوصول، دارابن تیمیه، بیروت، لبنان،۱۴۰۸ھ،ص۵

6۔ابن تیمیه، أحمد بن عبدالحلیم، تفسیر سورة الاخلاص،دارالکتب العلمیة، بیروت،لبنان ، الطبعة الثانیة،۱۴۱۶ھ،ص۵۷

7۔ابن تیمیه، أحمد بن عبدالحلیم، نقض المنطق، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ ، ۱۴۰۷ھ ص ۱۷

8۔ ابن تیمیه، أحمد بن عبدالحلیم،الرد علی المنطقیین ، دارالمعرفة، بیروت ،لبنان،ص۳۲۱

9۔درء تعارض العقل والنقل،۱/۱۳۳

10۔ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم: منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ، الطبعۃ الاولیٰ، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، بولاق، مصر ۱۲۳۱ھ، ۳/۲۲۲

11۔الحشر: ۵۹:۱۰

12۔ منہاج السنۃ النبویۃ،۷/۳۴۷/۱

13۔ ایضاً:۱/۱۴۳۔۱۴۱

14۔ ایضاً:۶۵/۴

15۔ابوزہرۃ،شیخ،ابن تیمیہ حیاتہ وعصرہ أراؤہ و فقهه، دارالفکر العربی، القاهرة، مصر,ص۴۳۶

16۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح،، دار الفضیلۃ، الریاض،۱۴۰۶ھ،۲/۴۸۲

17۔ یہ ائمہ فقہاء اربعہ کے تلامذہ اور ان کی فقہ کے مرتبین کے نام ہیں۔

18۔ مشہور و معروف علمائے نحو و لغت کے نام ہیں۔

19۔ یہ مشہور ائمہ نحو ہیں۔

20۔ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح،۲/۲۲۸

21۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، تاریخ دعوت و عزیمت،2/248-206

22۔ ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، الفتاوی الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان،۲/۳۸۴

23۔ ایضاً ۲/۳۸۵

24۔ ایضاً،۳/۲۰۱-۲۰۲

25۔ دیکھئے: ابن کثیر، اسماعیل بن عمر،، البدایۃ والنہایۃ دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الثالثۃ،۱۴۰۶ھ،۱۴/۳۷

26۔ تفصیلاً دیکھئے: ابن تیمیہ، أحمد بن عبد الحلیم، رفع الملام عن ائمۃ الاعلام، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، لبنان، ص۹۔۱۰

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.